

دعواتِ عبدیتِ حق

سلسلہ

عبدیت و اطاعتِ خداوندی کا منظر

از ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ

(خطبہ جمعۃ المبارک ۲۸ شعبان ۱۳۸۲ھ)

ضبط و ترتیب ادارہ الحق

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ
إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَهُوَ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

رمضان کی فضیلت | اس وقت یہ حدیث مبارک جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی۔ اس
میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے تیسرے رکن

کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ سر پر آگیا ہے۔ جو ہمارے لئے بہت بڑا
ذریعہ مغفرت و کامیابی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس مرد و عورت نے ماہ رمضان میں روزے
صرف ایمان کی وجہ سے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ یعنی اس کا روزے
رکھنا صرف ایمان اور ثوابِ خداوندی کی امید کی وجہ سے ہو۔ کوئی دوسری عرض لالچ و حکمت ملحوظ
نہ ہو گو شریعت کے ہر حکم اور ہر بات میں ہزار ہا نکلتے اور بیشمار حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ مگر ایک بندہ مومن
کا کام یہ نہیں کہ احکامِ خداوندی کی تعمیل کیلئے مصلحتوں کے درپے ہو۔ حکمت اور فائدہ معلوم ہو یا
نہ ہو مگر بندہ کا کام تعمیلِ حکم ہے۔

روزہ اور دوسرے احکام میں تعمیلِ حکمِ خداوندی | اگر سمندر میں کودنے کا حکم ہو۔ تو غلام کا
روزہ اور دوسرے احکام کو دھجانا ہے۔ اور اگر آگ میں

چھلانگ لگانے کا حکم ہو جائے۔ تو بلاچوں و چراگوں کو دھجانا اطاعت اور فرمانبرداری کی دلیل ہے۔ یہی
غلام کا کام ہے، کہ بلا کسی پس و پیش آقا کے احکام کی تعمیل کرے۔ محمود غزنویؒ ایک بہت بڑے
بادشاہ گذرے ہیں۔ فاتحِ ہند تھے۔ غزنی سے لیکر ہندوستان کے دوسرے سرے تک

سلطنت پھیلی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ولی اللہ بھی تھے، جبکہ بادشاہوں میں اولیاء بہت کم ملتے ہیں۔ اتنی عظمت و شان کی بادشاہی تھی۔ ان کا ایک غلام تھا، جو ایاز کے نام سے مشہور ہے۔ ایاز سے حضرت محمود غزنویؒ کو بے پناہ محبت تھی۔ محمود ایاز کے واقعات مشہور ہیں۔ ایاز کے ساتھ بادشاہ کی غیر معمولی محبت سے لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ موقعہ بموقعہ دُزار مقررین نے بادشاہ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ کہ ہم بڑے بڑے عہدہ دار ہیں۔ اور سلطنت کے اہم امور انجام دینے کے باوجود جتنی محبت آپ کی ایاز کے ساتھ ہے، اتنی ہمارے ساتھ نہیں۔ بادشاہ سُن کر خاموش ہو جاتے۔ ایک دن بادشاہ بھرے دربار میں موجود تھے۔ اُس پاس بڑے بڑے اہل حکومت و عمائدین بھی موجود تھے۔ اچانک بادشاہ نے بیروں اور موتیوں سے مرصع جواہروں سے بڑا ہوا گلاس اٹھا کر وزیرِ اعظم کو حکم دیا۔ کہ اسے توڑ دے۔ وزیرِ اعظم حیران و شگفتہ رہ گیا۔ کہ لاکھوں کا یہ قیمتی بلوری گلاس کس طرح توڑ دوں اور کیوں بادشاہ نے ایسا حکم دیا؟ سوچ میں پڑ گیا۔ کہ بادشاہ کے دماغ میں فتور تو نہیں آیا۔؟ بادشاہ نے وزیر کے تامل کو دیکھ کر گلاس اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور دوسرے وزیر کو دیا۔ وہ بھی پس و پیش کرنے لگا۔ اب بادشاہ نے پورے غصّہ میں اس سے بھی لے کر تیسرے وزیر اور درباری کو دیا، اس نے بھی حیرانی اور بیت و لعل کے ساتھ تعمیلِ حکم میں کوتاہی کی۔ اسی طرح سب مصاحبوں اور کمانڈروں نے پس و پیش کیا۔ اب سلطان محمود غزنویؒ نے گلاس ایاز کے ہاتھ میں تھام دیا۔ اور اسے توڑنے کا حکم دیا۔ ایاز نے حکم سنتے ہی ایک پتھر نیچے اور ایک پتھر اوپر رکھ کر گلاس کو توڑ ڈالا۔ بلوری برتن کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ موتی جواہر توڑ ڈالے۔ اب اچانک بادشاہ نے غصّہ سے چلا کر کہا کیوں ایاز تیرا دماغ خراب ہے۔ کہ تو نے لاکھوں روپے کا برتن ضائع کر دیا۔ کیوں یہ بے وقوفی کی۔ گلاس کو بلاوجہ توڑ دیا۔ ایاز نے فوراً دونوں ہاتھ جوڑ کر بادشاہ سے معافی مانگی شروع کی۔ عاجزی اور شرمندگی کا اظہار کیا۔ کہ حضور میں تو ایک غلام ہوں۔ مجھ سے غلطی اپنی کم عقلی کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ میں کم عقل ہوں۔ بے سمجھ اور بے وقوف ہوں حضور مجھے فروخت کر ڈالئے۔ اور میری قیمت سے گلاس کا تادان پورا کیجئے۔ اور جو سزا و جرمانہ مجھ پر ہو سکے لگا دیجئے۔ محمود غزنویؒ ایاز کا یہ حال دیکھ کر درباریوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ کہ دیکھئے ایاز اور تم میں یہ فرق ہے۔ اسکی اطاعت و فرمانبرداری کی شان یہ ہے۔ کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل میں عقل مندی اور سوچ و فکر سے کام لینا شروع کیا۔ اور ایاز کے ساتھ مجھ سے زیادہ کم عقلی کا بارگاہ میں نہ اس نے عقل و فکر

کو دخل دیا۔ اور نہ مال کے ضائع ہونے و برباد ہونے کی فکر کی۔ پھر میں نے باوجود اس کے کہ تم سب کے سامنے اسے مکم دیا تھا۔ مگر جب میں نے اسے ڈانٹا اور باز پرس کی تو اس نے یہ نہیں کہا کہ آپ ہی کا حکم اس کے توڑنے کا منشاء و سبب بنا ہے۔ بلکہ رو کر معافی مانگی۔ بجا حجت اور عزت کی۔ گو کہ اگر معافی مانگی۔ یہ ہے فرمانبرداری اور بے پناہ اطاعت جس کی وجہ سے ایاز نے مجھے گرویدہ بنا لیا ہے۔ میرے بھائیو! ایاز نے ہمیں ایک عجیب سبق دیا ہے۔ کہ ایک فرمانبردار غلام اپنے آقا کی اطاعت کس طرح کرتا ہے۔ ایک غلام تعیل حکم کی حکمتوں کا خیال نہیں کرتا۔ ہمیں تو تسلیم کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اور اپنی ہر مرضی اور خواہش کو آقا کی مرضی پر قربان کرنا چاہئے۔ ع۔

کار عاشق خون خود برپائے جانان ریختن

بلاچون و چرا النقیاد و عبادت کا دوسرا نمونہ | ہمارے جد امجد حضرت آدم علی نبیائہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل جلالہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ ابلیس نے اس سے قبل سات لاکھ برس اللہ کی عبادت کی۔ بڑی علم و دانش کا مالک اور بہت بڑی عبادتیں کرنے والا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدمؑ و ابلیس پر امتحان ہوتا ہے۔ جو عبادت تعیل ہی سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ہر طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے، ہر طرف چلنے پھرنے کی اجازت دی مگر ایک درخت کے نزدیک ہونے سے منع کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر و فیصلہ خداوندی کے مطابق وہ میوہ کھایا۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ کہ قانون و اسباب کے ماتحت انہیں جنت سے نکالا جائے۔ کہ ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب و مسببات کا سلسلہ چلایا ہے۔ تو بہر حال خدا کی طرف سے حکم ہوا۔ جنت سے باہر ہو کر زمین میں اترنے کا۔ اور باز پرس کی گئی۔ کہ کیوں اس درخت کو کھایا۔ آدم علیہ السلام کے پاس جواب کیلئے معقول وجوہات تھیں۔ اگر مناظرہ کرتے تو کہہ سکتے تھے۔ کہ یا رب یہ تو تقدیر کا معاملہ تھا۔ اور میری پیدائش سے قبل میرے مقدر میں یہی فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور چونکہ زمین میں میری خلافت مقدرات الہیہ میں سے تھی۔ اس لئے میں نے اس درخت کا میوہ کھایا۔ اور میرا یہ اقدام تیری ہی منشاء و ارادہ کی تعیل تھی۔ اور بھی کئی باتیں عرض کر سکتے تھے۔ مگر نہیں حضرت آدمؑ اپنے رب کے حضور گڑ گڑانے لگے اور قصور و عجز کا اقرار کیا۔ اور رو کر اپنے رب کے التجا کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنَّ لَنَا تَغْوًى لَنَا وَتَرْحُمَنَا لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

ترجمہ: اے رب ہم نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔ ظلم کیا مجھ سے غلطی ہوئی اب اگر تو ہمیں نہ بخشے اور تیری رحمت و کرم نہ ہو تو ہم ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ (میری ہی رحمت کا مہار مانگتے ہیں۔ اور تیری ہی پناہ میں آتے ہیں۔)

بیرہ فرمایا کہ قسمت ہی میں ایسا ہوا تھا کہ میری پیدائش سے پانچ ہزار سال قبل لوح محفوظ پر ایسا لکھا تھا۔ تو وہ تو ہوتا ہی تھا۔ بلکہ بارگاہ خداوندی میں عجز و خطا کا اظہار کیا۔ رحمت خداوندی بخوشی میں آئی۔ اور اس بھر بیکراں نے حضرت آدمؑ کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دی۔

اطاعتِ خداوندی میں عقل بگھانا ابلیس کا طیر ہے | دوسری طرف عقلمند اور عالم کہلانے والا ابلیس ہے۔ اس کا امتحان یہ تھا۔

کہ خدا نے اسے حکم دیا کہ آدمؑ کی سمت سجدہ کرو جس طرح ہم خدا کو سجدہ کرتے وقت اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف رکھتے ہیں۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ تمام ملائکہ اور ابلیس سجدہ کرتے وقت اپنا رخ آدمؑ کی طرف کریں۔ سب ملائکہ نے فوراً تعمیل کی۔ مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا۔ اور سیدھا کھڑا رہا۔ خدا نے پوچھا اے ابلیس تو نے کیوں میرے حکم سے سرتابی کی اور کھڑے رہے۔ اب اگر ابلیس اعترافِ عجز و قصور کرتا تو اچھا تھا۔ مگر اس نے عقل بگھانا شروع کی۔ جس طرح آج کل دین کے ہر حکم کو عقل کی اندھی عنینک سے دیکھا جاتا ہے۔ تو ابلیس نے کہا کہ آپ کا یہ حکم خلافِ عقل ہے کہ مجھے تو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدمؑ کو مٹی سے۔ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ۔ اللہ تعالیٰ اب جبکہ میں خلقت کے لحاظ سے آدمؑ سے افضل ہوں تو اسے سجدہ کس طرح کروں۔ اب کیا ہوا۔ لاکھوں سال کی عبادت برباد ہوئی۔ اور ابد الابد تک ملعون و معذوب ہوا۔ خدا کا مغضوب بن کر رہا۔ — بھائیو! خدا کی بارگاہ میں رونے اور عاجزی و تواضع، درماندگی اور عبدیت کی جتنی قدر ہے۔ وہ اور کسی چیز کی نہیں۔ ایک معمولی فوجی افسر کے احکام کی تعمیل بلاچوں و چراکی جاتی ہے۔ فوج بلا کسی پس و پیش احکامات کو مانتی چلی جاتی ہے۔ اور اسے یہ مجال نہیں کہ یہ پوچھے کہ ہم کس طرف کو چھ کمرہ رہے ہیں۔ فلاں کمرہ اور ملائی ہیں کیوں کرنی ہے۔ ہمارا سفر سمندر سے ہو گیا جہاز سے۔ ایسی باتیں پوچھنے والے کو شوٹ کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ دین کی ہر بات اور ہر حکم خداوندی میں نکلتے اور حکمتیں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں میں بھی خداوند تعالیٰ نے ہزاروں روحانی و جسمانی حکمتیں اور فوائد رکھے ہیں، جن میں سے بعض کو خود ہی تعالیٰ نے بیان بھی فرمایا ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام اور ان کے بعد ہر زمانے کے اولیاء و عارفین نے اس کی تشریح بھی کی ہے۔ مگر سب سے بڑی حکمت اور نکلتے کی بات وہی ہے۔ جسے حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں ایمان و احتساب کے دو لفظوں میں اشارہ فرمایا کہ ہمارا روزہ صرف اور صرف ایمانی تقاضے اور یقین و اعتقاد کی وجہ سے اتنا ہوتا ہے کہ اس کا ثواب خداوند تعالیٰ کے حکم

کی تعمیل اور اس کا اجر و ثواب ملحوظ ہونا چاہئے۔

تعمیل ارشاد ربانی اور رحمت خداوندی پر یقین کے دو نمونے | حدیث شریف میں آتا ہے کہ۔

قیامت کے دن جہنم میں دو شخص بہت شور مچائیں گے۔ ان کی پیچ و پکار بہت زیادہ ہوگی۔ خداوند تعالیٰ ان کے نکالنے کا حکم دے کر ان سے پوچھیں گے کہ تم نے اتنا شور مہنگا مہ کیوں مچا رکھا ہے۔ اور بھی تو جہنم میں لوگ موجود ہیں۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ ایک تو اس وجہ سے کہ تو ہمیں بخش دے، اور تکلیف بھی تو شدید ہے۔ اس لئے ہم جیتے چلاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے پھر حکم ہوگا کہ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ ان میں سے ایک فوراً جا کر جہنم میں پھلانگ لگا دے گا۔ اور دوسرا جہنم کے کنارے ٹال ٹول اور لیت و لعل کرے گا۔ اور مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے گا کہ تو نے پھر کیوں آگ میں پھلانگ لگا دی۔ وہ کہے گا۔ اے رب تیرا حکم تھا۔ اس لئے میں سرتابی نہ کر سکا۔ اللہ جل جلالہٰ فرادیں گے کہ ہاں بس اسی طرح تالعداری میری دنیا میں بھی کرنی چاہئے تھی۔ اب دوسرا شخص لیت و لعل کرنے والا کہے گا کہ اللہ تو رحیم و غفور ہے۔ اور مجھے تیری رحمت پر یقین تھا کہ ایک دفعہ جب نکال دیا ہے۔ تو دوبارہ جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تعمیل حکم بھی ایسے ہی ہونی چاہئے۔ اور رحمت پر یقین بھی ایسا ہی چاہئے۔

روزے کا مقصد اور برکات | ہمارے روزے کا مقصد محض ایمان و فواسب کی امید ہونی چاہئے۔ کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہمیں اسے بجالانا ہے۔

جس نے اس ایمان اور یقین اور امید مغفرت سے روزے رکھے۔ غُزُوْهُ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِهِ۔ اس کے پچھلے سال کے تمام گناہ بخش دئے جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ بدبخت ہے وہ شخص جس پر رمضان کا مہینہ گذرا۔ اور اس نے اپنی بخشش نہ کروائی۔ ہمارے صوبہ سرحد میں پہلے رمضان کا احترام رکھا جاتا تھا۔ اب دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی رمضان کا احترام اور اس کی منزلت دلوں سے نکلتی جا رہی ہے۔ یہ مسلمانوں کے زوال کی علامت ہے۔ اور پھر ایسے موسم اور سر دیوں میں بھی روزے نہ رکھنا بہت بڑی بدبختی ہے۔ حضورؐ نے ایسے موسم میں روزوں کو غنیمتِ بارہ سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی ٹھنڈی غنیمت جو ہلکی سی تکلیف کے ساتھ آ سکے۔ اس غنیمتِ بارہ سے فائدہ اٹھائیں۔ رحمت خداوندی جوش میں ہے۔